مسلمانوں اور عالم اسلام کی غلامانہ ذہنیت

محدث العصر علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ

بحمد اللہ ہمیں نہ امراء و وزراء سے ملاقات کا شوق، نہ یہ داستان لذیذ و مرغوب، دراصل اس وقت میرے بصائر و عبر کا موضوع مندرجہ بالا فقرہ ہے، اس سے قبل جو کچھ لکھا گیا وہ اس کی تمہید تھی۔ جی چاہا کہ یہ نصیحت جو ایک خاص موقع پر ایک خاص شخص کو کی گئی تھی' پیغامِ عام کی شکل میں ہر عام و خاص کے گوش گزار کر دی جائے۔

عالمِ اسلام اور اسلامی ممالک ایک عرصہ سے زبوں حالی و پسماندگی اور زوال و اضمحلال کا شکار ہیں، مسائل پر مسائل پیدا ہوتے چلے آتے ہیں اور ہمارے اربابِ اقتدار اور سربراہانِ مملکت ہر نئے مسئلہ پر دنیا کی ترقی یافتہ قوموں کے سامنے کشکولِ گدائی لے کر حاضر ہو جاتے ہیں۔ ان کی ظاہری شان و شوکت، ان کے سرمایہ و دولت، ان کی فوجی و عسکری طاقت، ان کی مادی و سائنسی برتری، ان کی سیاسی قیادت اور حربی سیادت سے عالم اسلام اتنا مرعوب ہے جس کی حد نہیں۔ ہمارے حکمرانوں میں مرعوبیت اور احساسِ کہتری کا عارضہ وبائی صورت اختیار کر چکا ہے۔ کہنا چاہیے کہ جو جتنے بڑے عہدے اور منصب پر فائز ہے اور جس کی جتنی ذمہ داریاں زیادہ ہیں، وہ اتنا ہی احساسِ مرعوبیت کے بوجھ تلے دبا ہوا ہے۔ آج تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ ہم ترقی یافتہ قوموں کے بغیر بھی حکومت کر سکتے ہیں اور یہ سوچا تک نہیں جا سکتا کہ ان کی دوستی کے بغیر بھی ہمارا نظام حکومت چل سکتا ہے۔ اسلامی ممالک جو پسماندہ اور ترقی پذیر ہیں، محض عالمی طاقتوں کے رحم و کرم پر جینے کے عادی ہو گئے۔ کروڑں روپے کے مصارف سے اعلیٰ پیمانے پر سفارت خانوں کا تکلف کیا جاتا ہے، لاکھوں کے خرچ سے امراء و وزراء کے دورے ہوتے ہیں، وفد پر وفد بھیجے جاتے ہیں، ان طاغوتی قوتوں کے سربراہوں اور نمائندوں کو تشریف آوری کی دعوتیں دی جاتی

ہیں، اس پر بڑی فراخدلی سے قومی سرمایہ صرف کیا جاتا ہے اور ان کی قدم رنجہ فرمائی کو مایۂ افتخار سمجھا جاتا ہے۔ یہ سارے پاپڑ اِس لیے بیلے جاتے ہیں کہ یہ عالمی طاقتیں ہم سے خوش رہیں، ان سے دوستانہ روابط قائم رہیں اور آڑے وقت میں ان سے مدد طلب کی جاسکے۔ گویا عالم اسلام اور اس کے سربراہوں کے نزدیک بطور اصولِ موضوعہ یہ بات طے ہوچکی ہے کہ امریکہ، روس، برطانیہ، فرانس اور چین کی نظرِ عنایت جب تک ہمارے شاملِ حال نہ ہو، نہ ہم عزت وآبرو سے زندہ رہ سکتے ہیں، نہ اپنے مسائل حل کرسکتے ہیں، نہ ترقی کرسکتے ہیں۔إنا للّٰه وإنا إليه راجعون۔

اگر یہ دوستی برابر کی دوستی کی حد تک رہتی تو بھی ایک بات تھی، آفت تو یہ ہے کہ ہم خود اعتمادی کے وصف سے یکسر محروم ہوکر نہایت گھٹیا قسم کی مقلدانہ روش بلکہ مجھے تلخ نوائی پر معاف رکھا جائے تو عرض کروں کہ ہم غلامانہ ذہنیت میں مبتلا ہیں۔ گویا ہمارے پاس نظری وفکری سرمایہ کچھ نہیں۔ ہم بات بات میں ان کی تقلید کرتے ہیں، بات بات پر ان کے حوالے دیتے ہیں، اور زندگی کے ایک ایک خدوخال کو ان کے نقشوں پر ڈھالنا چاہتے ہیں۔ قانون ہو تو ان کا، تہذیب ہو تو ان کی، معاشرہ ہو تو ان کا سا، بول چال اور لب ولہجہ ہو تو ان جیسا، نشست وبرخاست ہو تو ان کے طرز پر، خورد ونوش ہو تو ان کے ڈھب کی، لباس کی تراش خراش ہو تو ان سے پوچھ کر، سیاست ہو تو ان سے سیکھ کر، معیشت ہو تو ان سے مانگ کر۔ الغرض زندگی کا وہ کون سا شعبہ ہے جس میں ہماری غلامانہ ذہنیت اور اندھی تقلید کارفرما نہیں؟

اپنے گھر میں خدا کا دیا سب کچھ ہے، مگر عالم اسلام کی حرص وآز اور جبلتِ گداگری کا کیا کیا جائے کہ ان بددین، بے خدا اور بے تہذیب قوموں سے امداد پر امداد اور قرض پر قرض لے کر عالم اسلام مفلوج ہوکر رہ گیا ہے۔ وہ بار بار ہمیں اپنے دروازوں سے دھتکارتے ہیں اور موقع بے موقع امداد اور قرض بند کردینے کا اعلان کرتے ہیں، لیکن ہم ہیں کہ اس کے باوجود بھی صدائے فقیرانہ لگانا ضروری سمجھتے ہیں اور اگر ایک دروازے سے دھکا مل جائے تو دوسرے دروازے پر حاضر ہوجاتے ہیں، کیونکہ اصول یہ طے ہوگیا ہے کہ ترقی پذیر قومیں، ترقی یافتہ قوموں کی خیرات کے بغیر شاہراہِ ترقی پر گامزن نہیں ہوسکتیں، مگر یہ اصول طے کرتے وقت ہم یہ بھول جاتے ہیں کہ یہ قومیں جو آج ترقی یافتہ کہلاتی ہیں، یہ کس کی خیرات پر پل کر ترقی یافتہ ہوئیں اور کس سے قرضے لے کر انہوں نے اپنے ترقیاتی منصوبے پایۂ تکمیل تک پہنچائے۔ نہ ہمیں یہ بات یاد رہتی ہے کہ جب ہم زندہ قوم تھے کس سے امداد لے کر ہم نے اقوام عالم کو فتح کیا تھا۔ اسی طرزِ فکر اور طرزِ عمل کا نتیجہ یہ ہے کہ آج پورا عالم اسلامی دولت کی ریل پیل کے باوجود معاشی بحران کا شکار ہے۔ ہمارے کارخانۂ معیشت کے بٹن پر ان طاغوتی طاقتوں کا ہاتھ ہے، وہ جب چاہتے ہیں اس بٹن کو دبادیتے ہیں اور ہماری معیشت کا پہیہ وہیں جام ہوکر رہ جاتا ہے۔

اقوامِ متحدہ اور عالم اسلام

سیاسی محاذ پر بھی ہم انہی طاغوتوں کے ہاتھ کا کھلونا ہیں۔ بات بات پر جمعیت الاقوام (اقوام متحدہ) کا دروازہ کھٹکھٹانا فرض سمجھتے ہیں۔ ہندو پاک کا جھگڑا ہو یا بحرین و خلیج کا، فسلطین کا مسئلہ ہو یا قبرص کا، بیت المقدس کا المیہ ہو یا نہر سویز کا، کشمیر کا تنازعہ ہو یا اسرائیل کا، ہر مسئلہ میں ہماری کامیاب سیاست یہ ہے کہ ہم اس کی رَپٹ اقوام متحدہ کے تھانے میں درج کرا آئیں۔ اگر ان ترقی یافتہ قوموں میں اپنے مفادات سے ہٹ کر خالص انسانی بنیادوں پر عالمی مسائل حل کرنے کا جذبہ ہوتا تب بھی ہمارے اس سیاسی کارنامہ کے لیے کوئی وجہ جواز ہوتی، مگر بار بار کے تجربوں نے ثابت کردیا ہے کہ یہ منافق جن کو مادی ترقی نے اقوام عالم کا چودھری بنادیا ہے اور یہ کفن چور جنہوں نے مظلوم اور پسماندہ قوموں کے کفن چھین چھین کر اپنی معیشت کا جامہ تیار کیا ہے، انہوں نے اپنے مفاد سے ہٹ کر کسی مظلوم کی آہ و بکا اور کسی ناتواں نیم بسمل کی سسکیوں پر کبھی کان نہیں دَھرا، بلکہ کمزور مظلوم کے مقابلہ میں انہوں نے ہمیشہ طاقت وَر ظالم کو تھپکی دی ہے۔ مسلمانوں کو آپس میں لڑانا اور عالم اسلام میں نفرت و بیزاری کے کانٹے بونا، ان شیاطین کا مستقل وطیرہ ہے۔ اقوام متحدہ کا ادارہ جب سے وجود میں آیا ہے اس نے عالم اسلام کے ایک بھی مسئلہ کو حل نہیں کیا، بلکہ اس میں نئی گرہوں کا اضافہ کیا ہے۔ اقوام متحدہ میں جو مسئلہ گیا وہ ہمیشہ کے لیے ایسا الجھا کہ ناخنِ تدبیر اُسے سلجھانے سے ہمیشہ کے لیے قاصر ہے۔

ان تمام حقائق و تجربات کے بعد بھی ہم سیٹو، سنٹو دولتِ مشترکہ اور اقوام متحدہ سے چمٹے رہنے کو ضروری سمجھتے ہیں، خدا معلوم! وہ کون سا سحرِ سامری ہے جس سے دیکھنے، سننے اور سوچنے کی صلاحیتیں جاتی رہیں، گویا عقلیں مسخ ہیں اور آنکھوں پر پٹیاں بندھی ہیں۔ حدیث میں تو آتا ہے کہ:

''لا یلدغ المؤ من من جُحر واحدٍ مر تین۔'' (صحیح البخاری، کتاب الادب، ج:۲، ص:۹۰۵، ط: قدیمی)

مومن ایک ہی سوراخ سے دوبار نہیں ڈسا جاتا

لیکن آج ہم دعویٰ ایمان کے باوجود اس سوراخ سے بار بار ڈسے جانے کی مشق کررہے ہیں۔ قرآن کریم کی یہ آیات گویا آج کی صورتِ حال کے بارے میں نازل ہوئی ہیں:

''یَا أَیُّهَا الَّذِیْنَ أٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِکُمْ لَا یَأْلُوْنَکُمْ خَبَالاً وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ وَمَاتُخْفِیْ صُدُوْرُهُمْ أَکْبَرُ قَدْ بَیَّنَّا لَکُمُ الْأٰیٰتِ إِنْ کُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ۔'' (آل عمران:۱۱۸)

''اے ایمان والو! اپنے سوا کسی کو صاحب خصوصیت مت بناؤ، وہ لوگ تمہارے ساتھ فساد کرنے میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھتے۔ تمہاری مضرت کی تمنا رکھتے ہیں، واقعی بغض

ان کے منہ سے ظاہر ہو پڑتا ہے اور جس قدر ان کے دلوں میں ہے وہ تو بہت کچھ ہے، ہم علامات تمہارے سامنے ظاہر کر چکے اگر تم عقل رکھتے ہو۔'' (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

''کَیۡفَ وَاِنۡ یَّظۡهَرُوۡا عَلَیۡکُمۡ لَا یَرۡقُبُوۡا فِیۡکُمۡ اِلًّا وَّ لَاذِمَّۃً یُرۡضُوۡنَکُمۡ بِاَفۡوَاهِهِمۡ وَتَاۡبٰی قُلُوۡبُهُمۡ وَاَکۡثَرُهُمۡ فٰسِقُوۡنَ''۔ (التوبۃ:۸)

''کیسے؟ حالانکہ ان کی یہ حالت ہے کہ اگر وہ کہیں تم پر غلبہ پائیں تو تمہارے بارے میں نہ قرابت کا پاس کریں اور نہ قول وقرار کا۔ یہ لوگ تم کو اپنی زبانی باتوں سے راضی کر رہے ہیں اور ان کے دل نہیں مانتے اور ان میں زیادہ آدمی شریر ہیں۔'' (ترجمہ حکیم الامت تھانویؒ)

اس قسم کی بیسیوں آیات ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ مسلمانوں کا کسی کافر پر اعتماد کرنا ان کی پہلی غلطی ہے۔

عالم اسلام اور مسلم سربراہوں کو کس پر اعتماد کرنا چاہیے؟

الغرض عالم اسلام اور اس کے سربراہوں پر زبوں حالی، سراسیمگی اور احساسِ کمتری کی جو فضاء مسلط ہے، اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے میں نے صدر ناصر مرحوم سے وہ جملہ کہا تھا کہ جن سہاروں کے بھروسے ہم آج تک جی رہے تھے وہ نہایت بودے، نکمے اور ناکارہ ثابت ہوئے۔ آج عالم اسلام کو خوابِ غفلت سے بیدار ہو کر انگڑائی لینے کی ضرورت ہے۔ آج وقت کی پکار عالم اسلام سے ایک انقلاب کا مطالبہ کر رہی ہے: یقین وایمان کا انقلاب، تعلق مع اللہ کا انقلاب، ترقی یافتہ طاغوتوں کے لات ومنات کو توڑ پھینکنے کا انقلاب۔ آج ضرورت ہے کہ عالم اسلام کے سربراہ اپنے قلب وذہن، سیرت وکردار، اخلاق واعمال، فکر ونظر، جذبات واحساسات اور تدبیر وسیاست کا رُخ قبلۂ مغرب سے بدل کر پیغام نبوت کی طرف پھیریں۔ طاغوتی قوتوں سے کٹ کر ایک اللہ تعالیٰ کی ذات سے دلوں کا تعلق پیدا کریں۔ کعبۂ دل سے تین سو ساٹھ بتوں کو ہٹا کر توحید کے انوار وتجلیات سے منور کریں۔ یورپ کی تقلیدی سیاست چھوڑ کر محمد رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم سے سیاست وحکمرانی کا سبق سیکھیں۔

اصلی وحقیقی ایمان ویقین

کاش! ہمیں کلمۂ اسلام ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰهِ'' کا صحیح یقین نصیب ہوجائے، یعنی پوری کی پوری کائنات کا معبود اور خالق ومالک صرف ایک اللہ ہے۔ ہر چیز میں صرف اسی کی مشیت کارفرما ہے۔ آسمان وزمین کی ایک ایک چیز اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ کائنات کا ذرہ ذرہ اسی کا تابعِ فرمان ہے۔ اسی کے چاہنے سے سب کچھ ہوتا ہے، وہ نہ چاہے تو کچھ

نہیں ہوتا۔عزت وذلت، فتح وشکست،صحت ورزق اور قوت وناتوانائی اسی کے قبضے میں ہے۔

اور یہ کہ امتِ مسلمہ کی نجات صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا یقین، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا عزم، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا عمل، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی سیرت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا پیغام ہمارے لیے فلاح وکامرانی کا ذریعہ ہے:"فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالُ" کائنات کی ساری طاقتیں ہمارے ساتھ ہوں، مگر خدا ہمارے ساتھ نہ ہوتو ہم ذلیل ہوکر رہیں گے اور کائنات کی ہر طاقت ہمارے خلاف ہو، مگر خدا سے ہمارا تعلق صحیح ہوتو بھری دنیا ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر ہوں تو دریا ہمیں راستہ دے سکتے ہیں، جنگل کے شیر ہماری راہنمائی کرسکتے ہیں، ہوا کی لہریں ہماری آواز ایک ملک سے دوسرے ملک پہنچا سکتی ہیں، ہماری تاریخ میں اس کی سینکڑوں مثالیں موجود ہیں۔

عالم اسلام کی کمزوری کا سبب

یہ طاغوتی طاقتیں جو آج ہم پر مسلط ہیں اور عالم اسلام کی نکیل جدھر چاہتی ہیں موڑ دیتی ہیں، یہ صرف اس لیے طاقت وَر ہیں کہ ہم کمزور ہیں اور ہم اس لیے کمزور ہیں کہ ہمارا اعتماد خالق کائنات کو چھوڑ کر ناکارہ اور کمزور مخلوق پر رہ گیا ہے۔ بخدا! اگر اس قوی ذات سے ہمارا تعلق قوی ہوتو ہم آج بھی امریکہ وروس کا غرور، قیصر وکسریٰ کی طرح خاک میں ملا سکتے ہیں۔ان کے ایٹم ان کی سائنسی ترقی اور ان کے تمدنی کر وفر کی ساری عمارت آج بھی پیوندِ زمین ہوسکتی ہے، مگر اس کے لیے یہ ضروری ہے کہ ہم خدا تعالیٰ کی خاطر اپنی خواہشات ترک کردیں۔اس کے احکام پر اخلاص کے ساتھ عمل کرنے کا عہد وپیمان کریں اور اس کی رضا کے مقابلہ میں کسی کی رضامندی وناراضگی کی پروانہ کریں۔

حدیث میں آتا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں خط لکھا کہ مجھے کوئی وصیت لکھ بھیجئے، مگر زیادہ طویل نہ ہو، جواب میں حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے لکھا:

> "سلام علیک! أمابعد: فإني سمعتُ رسولَ اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یقول: من التمس رِضٰی اللّٰه بسخط الناس کفاه اللّٰه مؤنةَ الناس ومن التمس رِضٰی الناس بسخط اللّٰه وَکَّلَهُ اللّٰهُ إلٰی الناس، والسلام"۔ (سنن الترمذی، باب ماجاء فی حفظ اللسان)
>
> "السلام علیکم! امابعد: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، فرماتے تھے کہ: جو شخص لوگوں کو ناراض کرکے اللہ کی رضامندی ڈھونڈتا ہے، اللہ تعالیٰ لوگوں کے شر سے اس کی خود کفایت فرماتے ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ کو ناراض کرکے انسانوں کی رضامندی چاہتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے انسانوں کے سپرد کردیتے ہیں۔(اور ان ہی کے رحم وکرم پر چھوڑ دیتے ہیں)۔"

الغرض اگر مسلمانوں کا ایمان پختہ اور مضبوط ہو، حق تعالیٰ سے ان کا تعلق صحیح ہو، اس کی ذات پر کامل بھروسہ اور یقین ہو، طاغوتی طاقتوں سے بیزار ہو کر وہ اپنے وسائل پر انحصار کریں اور کلمۂ اسلام کی سربلندی کے لیے ہر قسم کی قربانی کے لیے تیار ہو جائیں تو حق تعالیٰ کا وعدہ یقیناً پورا ہوگا، ارشاد ہے: ''وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ ''۔(الروم:۴۷)......''اور ہمارے ذمہ ہے مومنوں کی مدد کرنا۔'' ......''وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ''۔ (آل عمران:۱۳۹)......''اور تم ہی اونچے رہوگے بشرطیکہ تم مومن ہو۔''......''وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ''۔ (آل عمران:۱۲۶)......''اور مدد تو صرف اللہ عزیز وحکیم کے پاس سے ملتی ہے۔''

اگر مسلمان ان ارشادات ربانی کو سینے سے لگائیں، فسق وفجور کی متعفن زندگی چھوڑ کر توبہ وانابت کا راستہ اختیار کریں تو حق تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوں گی اور راحت وسکون اور عزت و سربلندی کی بھی نعمتیں نصیب ہوں گی، جن کا ظہور قرونِ اولیٰ میں ہو چکا ہے۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ ہمارے قلوب کی اصلاح فرمائیں، عالم اسلام کی حفاظت فرمائیں اور اسلام کے تمام بدخواہوں کو ذلیل وخوار کریں۔

وصلى اللّٰه تعالىٰ علىٰ صفوة البرية محمد وآله وصحبه وأتباعهم أجمعين، اٰمين